نقش آغاز راشد الحق سمیع

متحدہ مجلس عمل کی تاریخ ساز کامیابی

عوامل ' چیلنجز ' آزمائشیں 'خدشات اور امیدیں

۱۰ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے انتخابات کے نتیجے میں بالآخر ملک کے ابر آلود سیاسی افق سے شکوک وشبہات اور خدشات کے تمام بادل چھٹ گئے اور الیکشن میں پاکستانی قوم نے پہلی مرتبہ اپنی سیاسی شعور اور پختگی و بالغ نظری کا نہ صرف ثبوت دیا بلکہ ملک پر قابض دو روایتی جماعتوں اور علاقائی سیکولر تنظیموں کے مقابلے میں دینی قوتوں کے سیاسی اور پہلے انتخابی پلیٹ فارم پر اپنے بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔ ملک بھر اور خصوصاً اسلام آباد جیسے شہر سے بھی اسے بھرپور عوامی مینڈیٹ ملا اور خصوصی طور پر صوبہ سرحد و بلوچستان کے عوام نے تو ایک نئی انتخابی تاریخ رقم کی۔ پاکستانی قوم نے ان انتخابات کے ذریعے صدر پرویز مشرف' امریکہ اور عالم کفر کے اس مغالطے کو غلط ثابت کیا کہ پاکستان میں دین و مذہب' مشرقی اقدار اور روایات سے وابستہ افراد کی تعداد دو فیصد اور حقیر نہیں بلکہ یہی حقیقی اور اکثریتی لوگ ہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی ثابت کرایا کہ یہ ملک سیکولرازم کے لئے معرض وجود میں نہیں لایا گیا ہے جس طرح کہ پاکستان میں کمیونزم' سوشلزم اور دوسرے تمام ازموں کا تجربہ ناکام ہوا ہے اسی طرح مغربی کلچر اور طرز حکومت کی بھی ہمارے ملک میں کوئی گنجائش نہیں' نیز پاکستانی قوم نے مشرف حکومت کی امریکہ نوازی اور غلامی و کاسہ لیسی پر مبنی ذلت آمیز پالیسی کو بھی پائے حقارت سے ٹھکرادیا اور اپنے ووٹ کی طاقت سے امریکی اڈوں اور اس کے تسلط کے خلاف اپنی بھرپور رائے کا اظہار کیا۔ اس طرح افغانستان میں جو کچھ امریکہ اور مشرف حکومت نے کیا۔ یہ انتخابات اس کا بھی ایک شدید ترین ردعمل کے طور پر سامنے آئے۔ اس طرح پاکستانی قوم نے اس مرتبہ مذہبی جماعتوں کو ووٹ اس بنا پر بھی دیئے کہ علماء کا باہمی اتحاد ان کا دیرینہ مطالبہ تھا جو کہ بحمد للہ پورا کیا گیا۔ نیز طالبان اور عرب مجاہدوں کی لازوال قربانیوں کے طفیل بھی انتخابات میں عوام نے دینی جماعتوں کے لئے نرم گوشہ اختیار کیا۔ اسی طرح '' دفاع افغانستان و پاکستان کونسل '' کی عظیم الشان خدمات اور امریکہ و مشرف حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک نے بھی اس کامیابی میں بنیادی کردار ادا کیا۔

لہذا ان تمام عوامل اور زمینی حقائق کے باعث متحدہ مجلس عمل کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اگرچہ متحدہ مجلس عمل کو وہ خاطر خواہ دوتہائی اکثریت پارلیمنٹ میں حاصل نہ ہونے دی گئی اور کئی جیتی ہوئی نشستوں کا نتیجہ راتوں رات

تبدیل کیا گیا اور مخالفوں کو جتوایا گیا، لیکن اب بھی اس کی حیثیت پارلیمنٹ اور ملک میں ایک بادشاہ گر کی سی ہے اور اسی کے ہاتھ تخت اور تختہ کی کلیدی صلاحیت موجود ہے۔ مستقبل میں اس کی حیثیت اقتدار اور اپوزیشن دونوں میں کافی وزن رکھے گی۔

آج متحدہ مجلس عمل کے سامنے حکومت سازی کا چیلنج درپیش ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مرحلہ کسی بھی طور سے پل صراط سے نازک نہیں ہے۔ یہ نہایت ہی حساس موقع ہے، قائدین کی معمولی غلطی بھی قوم کو صدیوں پیچھے دھکیل سکتی ہے اور ملک وملت کو ایک نئی آزمائش سے دوچار کرسکتی ہے اور اگر انہوں نے درست سمت میں فیصلے کئے تو اس کے ثمرات ملک وملت کے دھندلائے ہوئے مقدر کے ستارے کو صبح روشن کے آفتاب کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔ اس لئے قائدین کو نہایت سوچ سمجھ، سیاسی پختگی، وسیع النظری اور خصوصاً وسعت ظرفی کا بھرپور مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ حکومت سازی اقتدار اور اختیار کی پہلی کٹھن منزل ہے کہ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ پہلی ہی منزل میں کہیں کارواں منتشر نہ ہو جائے اور عشروں سے پاکستانی قوم اور امت مسلمہ کا مذہبی جماعتوں کے اتحاد کا یہ خواب دیرینہ اور آرزوؤں کا مقدس آگینہ کہیں پارٹی مفادات کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش نہ ہو جائے اور اسی طرح خدا نہ کرے کہ یہ انا کے مندروں کے بھینٹ بھی نہ چڑھ جائے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو یہ ملک اور خصوصاً دینی جماعتوں کی آخری غلطی ہوگی۔ اسی طرح ابھی سے ہی تمام عالم کفر اور شکست خوردہ سازشی عناصر اتحاد واتفاق کے اس مضبوط قلعے میں نقب زنی کی کوششیں کررہے ہیں۔ آپ کو داخلی اور خارجی دونوں محاذوں پر ان سے نبرد آزما ہونا ہوگا۔ لہذا آپ کو مکمل ہوشیار رہنا چاہیے۔ آپ کے سامنے اقتدار اصل منزل نہیں ہونی چاہیے بلکہ ملک وملت کے حقوق کی جدوجہد اور اس کے اسلامی نظریہ کی حفاظت آپ کا مقصد حیات ہونا چاہیے اور اس کے لئے ہماری نظر میں اپوزیشن سے بڑھ کر دوسرا کوئی بھی کردار نہیں ہوسکتا۔ اس طرح متحدہ مجلس عمل میں بعض جماعتوں کے قائدین نے کامیابی کے فوراً بعد نہایت تندوتیز اور جذباتی انداز میں بیانات بھی دیئے جو اس حساس اور نازک موقع پر کسی طور پر بھی مناسب نہ تھے۔ اگرچہ بعد میں اس کی وضاحتیں کی گئیں لیکن اس سے ماحول پر برا اثر پڑا۔ لہذا احتیاط کی کافی ضرورت ہے۔ قائدین کے بیانات میں نہ تو تعصب اور تختی کا عنصر ہونا چاہیے اور نہ ہی کسی سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ نیز اہم بات یہ ہے کہ متحدہ مجلس عمل کی تمام جماعتوں کو ملا کر چلانا چاہیے اور جماعتی مفاد کے مقابلے میں متحدہ مجلس عمل کے متفقہ پلیٹ فارم کے مفاد کو ترجیح دینی چاہیے کیونکہ یہی وقت کی اہم ضرورت ہے متحدہ مجلس عمل کے قائدین کو صوبہ سرحد اور بلوچستان کے صوبوں میں ایسی آئیڈیل اور مثالی حکومتیں بنانی چاہئیں جس کی مثال پاکستان کی کم از کم چھپن سالہ تاریخ میں کہیں موجود نہ ہو۔ متحدہ مجلس عمل کے قائدین کو افراط وتفریط اور ذاتی مفادات وخواہشات وترجیحات کو پس پشت ڈالنے ہوں گے۔ اور اسی طرح حکومتی امور کو چلانے میں حتی الامکان تنگ نظری سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ جس کے مضر اثرات ہمارے

سامنے موجود ہیں۔تحمل، حکمت، بردباری اور اچھے انداز میں پند و نصیحت کے ذریعے رعایا کو تا دیر ہمنوا بنایا جا سکتا ہے کیونکہ الناس علی دین ملوکھم اسی طرح متحدہ مجلس عمل ارکان اسمبلی اور اعلیٰ حکومتی عہدیداروں پر قائدین علماء کا ایسا بورڈ نگرانی کے طور پر تشکیل دے جو ان پر مکمل نظر رکھ سکے اور حکومتی مناصب کے سنبھالنے کے بعد انہیں روایتی شاہانہ پروٹوکول عیش پرستانہ طرز زندگی کو بھی اختیار نہیں کرنا چاہیے، ورنہ اس کے نتائج مستقبل کیلئے انتہائی خطرناک ثابت ہوں گے اور عوام سمجھیں گے کہ علماء اور دوسری دنیادار جماعتوں کے طرز حکومت میں کوئی فرق نہیں۔

متحدہ مجلس عمل کے الحمدللہ اکثریتی ممبران قومی و صوبائی اسمبلی اور آئندہ سینٹ کے امیدوار دارالعلوم حقانیہ سے نسبت رکھتے ہیں۔ جو کہ باعث مسرت امر ہے۔الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ ایک ہمہ جہت تاریخ ساز تعلیمی ادارہ ہے جس نے ہر میدان اور ہر شعبہ زندگی میں قابل اور ہونہار رجال کار پیدا کیے ہیں۔اسی حوالے سے ہم مستقبل کے (سرحد اور بلوچستان) ان حکمرانوں سے چند گزارشات عرض کرتے ہیں۔ تاکہ ان کے آئندہ کے سیاسی اور سفارتی سفر اور پیش آمدہ نئے عالمی اور جغرافیائی حالات میں ان کیلئے مزید آسانیاں اور سہولیات پیدا ہوں۔جیسا کہ ماضی میں ہم نے تحریک طالبان کے زعماء کے سامنے انہی ادارتی صفحات میں اپنی معروضات پیش کئے تھے۔اس کے چند اقتباسات اہمیت کے باعث پیش خدمت ہیں:

" (۱)　سب سے پہلی چیز تو آپ کے پیش نظر یہ ہونی چاہیے کہ دنیا کا عارضی اقتدار و حکومت آپ کا نہ مقصد رہا ہے اور نہ آئندہ ہونا چاہیے اور نہ ہی یہ آپ کی اصلی پہچان اور وراثت ہے۔

(۲)　آپ کی پالیسیوں میں خصوصاً داخلی طور پر بہرصورت نرمی ہونی چاہیے۔یہ آپ کے حق میں انتہائی مفید ہوگا اگر آپ کی پالیسیاں داخلی طور پر بھی پتھر کی لکیر کی مانند رہیں تو کئی خدشات کے اٹھنے کا امکان ہے۔کیونکہ تحمل، رواداری، حکمت عملی، قوت برداشت، لچک اور نرمی کامیاب حکمرانوں کا سب سے بڑا سرمایہ رہا ہے۔پھر جس شاخ میں لچک کا مادہ نہ ہو تو اسکے ٹوٹنے یا کمزور ہونے کا اندیشہ اور فکر ہر وقت لگی رہتی ہے۔

(۳)　قرآن و سنت، حدود و تعزیرات کی تنفیذ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو جاری کرنا بحیثیت حکمران طبقے کے آپکی اہم ترین ذمہ داری ہے۔لیکن تنفیذ احکام میں ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة کا پہلو نمایاں ہونا چاہیے۔اور تدریج کا عمل اختیار کرنا چاہیے۔کیونکہ یہی اصول، اسلوب اور طریقہ کار اسلام، قرآن اور حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کا رہا ہے۔بعض فروعی اور ثانوی مسائل اور جزئیات میں ضرورت سے زیادہ شدت پسندی عوام میں ناپسندیدگی کی وجہ بنتی جارہی ہے۔آپ کا عوام اور شہریوں کے ساتھ برتاؤ، سلوک، رویہ نرم اور اعلیٰ اخلاق پر مبنی اور مصلحت پسندانہ ہونا چاہیے۔کیونکہ یہی آداب حکمرانی کے اصول ہیں۔پھر آپ دیکھتے جائیں کہ آپ کے اچھے کردار و گفتار علم و عمل، حکمت و دانش اور صفات حسنہ و اخلاق مزینہ سے آپکی رعایا خود بخود مسخر